کے زور سے قائم نہیں ہوئی ہے، بلکہ سابق برطانوی حکومت ملک کو اس طرح تقسیم کر کے گئی ہے کہ کچھ غیر مسلم آبادیاں آپ سے آپ اس جغرافی علاقے میں آگئی ہیں جس میں مسلمانوں کو اکثریت حاصل ہے۔ اس طریقے سے بنی ہوئی مملکت میں جو نظام قائم کیا جائے اس میں فاتحانہ رویہ اختیار کرنا نہ تو مناسب ہے اور نہ مبنی بر انصاف۔ اس کے برعکس ہمارے نزدیک زیادہ بہتر طریقہ یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو غیر مسلموں کو راضی اور مطمئن کر کے اس نظام میں شامل کیا جائے جو ہم اکثریت ہونے کی حیثیت سے یہاں قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اگر آغاز کار میں ہم اپنا مذکورۂ بالا اصول حرف بحرف نافذ کریں گے تو غیر مسلموں کو، جو اب تک ایک اصولی حکومت کے تصور سے ناآشنا اور مشترک سیاسی نظام کے نظریے سے مانوس رہے ہیں، یہ محسوس ہوگا کہ ہم ان کو حکومت میں نمائندگی سے محروم کر کے ایک ظلم کر رہے ہیں اور یہ چیز ان کے اندر مملکت اسلامی کے لیے وہ جذبۂ وفاداری پیدا نہ ہونے دے گی جو ایک ذمی گروہ میں ہونی چاہیے۔ اس لیے سردست ایک عارضی بندوبست کی حیثیت سے ہم اس کو جائز اور مناسب سمجھتے ہیں کہ ان کو ملک کی پارلیمنٹ میں نمائندگی دی جائے۔ ہمیں یقین ہے کہ جب وہ ایک اصولی حکومت کے تصور سے اچھی طرح مانوس ہو جائیں گے اور عملاً اُن کو اس کا تجربہ ہو جائے گا تو وہ خود اس بات کو تسلیم کر لیں گے کہ اس طرز کی حکومت کے نظم کو چلانے کی ذمہ داری میں ان لوگوں کا شریک ہونا صحیح نہیں ہے جو اس کے بنیادی اصولوں کو نہ مانتے ہوں۔ اس طرح تھوڑے صبر سے کام لے کر ہم وہ چیز ان سے برضا و رغبت منوا سکیں گے، جسے آج سخت نارضامندی کے بغیر ان پر مسلط نہیں کیا جا سکتا۔

بسا اوقات اس طرح کی تجاویز کو دیکھ کر آدمی کو یہ شبہ ہوتا ہے کہ یہ اپنے مانے ہوئے اور بار بار کے بیان کیے ہوئے اصولوں سے صریح انحراف ہے اور یہاں تک بھی ایک شخص کہہ گزرتا ہے کہ جب یہ تمہارے اپنے قول کی رُو سے ایک شرعی اصول ہے تو تم کس طرح اس کی خلاف ورزی کرنے کی جسارت کرتے ہو۔ لیکن دراصل شریعت ہی کے اصولوں میں سے ایک اصول اور بھی ہے جسے لوگ بالعموم ایسے مواقع پر نظر انداز کر جاتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ احکام کی تنفیذ میں اُن حالات کو ملحوظ رکھا

جائے جن میں کوئی حکم نافذ کیا جانا ہو اور اگر حالات کسی حکم کی تنفیذ کے لیے سازگار نہ ہوں تو آنکھیں بند کر کے حکم نافذ نہ کر دیا جائے بلکہ اس کی تنفیذ سے پہلے حالات کو سازگار کرنے کی کوشش کی جائے۔ شراب کی بندش، سود کی تحریم، قوانینِ فوجداری کی تنفیذ، زکوٰۃ کی تحصیل اور دوسرے بہت سے شرعی احکام کے نافذ کرنے میں اللہ اور اس کے رسول نے اس حکمت کو پوری طرح ملحوظ رکھا تھا اور کسی حکم کو بھی اس وقت تک نافذ نہ کیا تھا جب تک اس کے لیے زمین تیار نہ کر لی گئی ہو۔ اس قاعدے کو نگاہ میں رکھ کر جب ہم اپنے ملک کے حالات کو دیکھتے ہیں تو صاف محسوس ہوتا ہے کہ یہاں ایک مدتِ دراز سے نیم اسلامی یا غیر اسلامی نظام قائم ہوتے رہے ہیں اور ایک خالص اسلامی نظامِ زندگی سے طبائع پوری طرح مانوس نہیں ہیں، بلکہ اُس کے اصولوں کا فہم بھی لوگوں کے لیے دشوار ہو گیا ہے۔ ایسے حالات میں اگر کوئی چاہے کہ اسلامی نظام کو بتمام و کمال یک لخت نافذ کر دے تو وہ حکمتِ تدریج کے خلاف کام کرے گا اور ہو سکتا ہے کہ اُس کی یہ کوشش بجائے خود اسلامی نظام کے قیام و نفاذ کی راہ میں حارج ہو جائے۔ حکمت کا تقاضا یہی ہے کہ جس اصول کے نفاذ میں ہم حالات کی ناسازگاریوں کو سدِ راہ پائیں، اس کو کچھ دیر کے لیے ملتوی کر کے مناسب حالات پیدا کرنے کی کوشش کریں اور جب مناسب حالات پیدا ہو جائیں تب اس کو نافذ کریں۔ اس طرح کا التوا اصول سے انکار یا انحراف نہیں ہے اور نہ اس پر خلاف ورزی کا اطلاق ہوتا ہے۔